تقریر

تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(ملفوظات جلد4ایڈیشن1984ء)

(تقریر نمبر6)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32)

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دُوئی
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے
چاہئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بے شمار تقاریر کیں، درس دیئے، مجالسِ عرفان سے خطاب فرمایا۔ آپؑ کے اِن ملفوظات، ارشادات، مناجات کو 10 جلدوں میں منضبط کیا۔ جن میں ہزاروں کی تعداد میں احبابِ جماعت کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ "مشاہدات" کے تحت احبابِ جماعت کے لئے اکٹھا کیا جارہا ہے اور جلد 4 سے نصائح پیش کی رہی ہیں۔ یہ جلد چہارم کی تقریر نمبر6 ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش

فرمایا:

"انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے۔ آدمی نیکی کرتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں نیکی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص بدی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن اگر اُس سے پوچھا جاوے تو کدھر جاتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتا۔ مثنوی رُومی میں ایک حکایت اس کشش پر لکھی ہے کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام تھا۔ صبح کو جو مالک نوکر کو لے کر بازار سودا خریدنے کو نکلا تو راستہ میں اذان کی آواز سُن کر نوکر اجازت لے کر مسجد میں نماز کو گیا اور وہاں جو اُسے ذوق اور لذّت پیدا ہوا تو بعد نماز ذکر میں مشغول ہو گیا۔ آخر آقا نے انتظار کر کے اس کو آواز دی اور کہا کہ تجھے اندر کس نے پکڑ لیا۔ نوکر نے کہا کہ جس نے تجھے اندر آنے سے باہر پکڑ لیا۔ غرض ایک کشش لگی ہوئی ہے۔ اسی کی طرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے۔ کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 141)

گفتگو کرنے کے طریق اور آداب

فرمایا:

"گفتگوئیں ایسے مقامات پر ہونی چاہئیں جہاں رؤساء بھی جلسہ میں ہوں اور تہذیب اور نرم زبانی سے ہر ایک بات کریں کیونکہ دشمن جانتا ہے کہ محاصرہ میں آ گیا تو وہ گالی اور درشت زبانی سے پیچھا چھوڑانا چاہتا ہے۔ طالبِ حق بن کر ہر ایک کو بات کرنی چاہئے اور یہ امر سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ۔ اگر ہم حق پر نہیں ہیں

تو ہم غالب نہ ہوں گے۔ ہم نے اُن کو کئی بار لکھا ہے کہ سب متفق ہو جائیں۔ کوئی عیب نہیں ہے۔ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے ان تمام مولویوں میں سے بہت ایسے ہیں کہ عربی لکھتے ہیں۔ بلکہ اشعار بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمارے مقابل پر خدا تعالیٰ اُن کی زبان بند کر دیتا ہے اور ان کو ایسا امر پیش آتا ہے کہ چُپ رہ جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 167-168)

خاتمہ بالخیر کے لئے کوشش کریں

فرمایا:

"بس یہی بڑی بات ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ کسی نے نُوح علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ تو قریب ایک ہزار سال کے دُنیا میں رہ کے آئے ہیں۔ بتلایئے کیا کچھ دیکھا۔ نوحؑ نے جواب دیا کہ یہ حال معلوم ہوا ہے جیسے ایک دروازے سے آئے اور دوسرے سے چلے گئے۔ تو عُمر کا کیا ہے لمبی ہوئی تو کیا، تھوڑی ہوئی تو کیا۔ خاتمہ بالخیر چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 170)

سامعین! ہماری ترقی کے محرّک ہمارے مخالفین بھی ہیں

فرمایا:

"حق کی یہ بھی ایک پہچان ہے اور اس کی شناخت کا یہ ایک عمدہ معیار ہے کہ دنیا اپنے سارے ہتھیاروں سے اس کی مخالفت پر ٹوٹ پڑے۔ جان سے، مال سے، اعضاء سے، عزّت سے اور اندرونی اور بیرونی لوگ اور اپنے پرائے گویا سب ہی اس کی مخالفت پر کھڑے ہو جائیں اور پھر بھی وہ حق آگے ہی آگے قدم رکھتا جائے اور کوئی روک اس کی ترقی کو روک نہ سکے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ (ھود:56)۔ سو اس معیار سے ہمارے سلسلہ کو پرکھا جائے تو ایک طالب حق کے واسطے کوئی شک وشُبہ باقی نہیں رہتا۔ دیکھو! نہ ہمارا کوئی واعظ ہے، نہ لیکچرار اور دشمن کیا بیرونی اور کیا اندرونی سب اکٹھے ہو کر ہمارے تباہ کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ہمیں کامیاب کیا اور دشمن ذلیل ہوئے۔ کُفر کے فتوے لگائے۔ قتل کا مقدمہ کیا۔ غرضیکہ انہوں نے کوئی دقیقہ ہماری بربادی کا اُٹھا نہ رکھا۔ مگر کیا خدا تعالیٰ سے کوئی جنگ کر سکتا ہے؟ ہماری ترقی کے خود مخالف ہی باعث اور محرّک ہیں۔ بہت لوگوں نے انہیں کے رسائل سے اطلاع پا کر ہماری بیعت کی۔ اگر واعظ وغیرہ ہماری طرف سے ہوتے تو ہمیں اُن کا بھی مشکور ہونا پڑتا اور یہ بھی ایک شعبہ شرک کا ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچایا۔ ایک آپاشی اور تخمریزی تو کسان کرتا ہے اور ایک خود خدا کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی تخمریزی اور آبپاشی سے ہیں۔ خدا کے لگائے ہوئے پودا کو کون اُکھاڑ سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 185-186 حاشیہ)

نجات خدا کے فضل سے ہوتی ہے

فرمایا:

"نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوا کرتی ہے۔ اس فضل کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا جو قانون ٹھہرایا ہوا ہے وہ اسے کبھی باطل نہیں کرتا۔ وہ قانون یہ ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) اور مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران:86)۔ اگر اس پر دلیل پوچھو تو یہ ہے کہ نجات ایسی شیئ نہیں ہے کہ اس کے برکات اور ثمرات کا پتہ انسان کو مرنے کے بعد ملے۔ بلکہ نجات تو وہ امر ہے کہ جس کے آثار اسی دُنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کہ نجات یافتہ آدمی کو ایک بہشتی زندگی اسی دُنیا میں مل جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب کے پابند بکلّی اس سے محروم ہیں اگر کوئی کہے کہ اہلِ اسلام کی بھی یہی حالت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ اسی لئے اس سے بے نصیب ہیں کہ کتاب اللہ کی پابندی نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص کے پاس دوا ہو اور وہ اُسے استعمال نہ کرے اور لاپروائی دکھائے تو وہ بہرحال اس کے فوائد سے محروم رہے گا۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے کہ اُن کے پاس قرآن مجید جیسی پاک کتاب موجود ہے۔ مگر وہ اس کے پابند نہیں ہیں۔ مگر جو لوگ خدا تعالیٰ کے کلام سے اعراض کرتے ہیں وہ ہمیشہ انوار وبرکات سے محروم رہتے ہیں۔ پھر اعراض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صوری، ایک معنوی۔ یعنی ایک تو یہ ہے کہ ظاہری اعمال میں اعراض ہو اور دوسرے یہ کہ اعتقاد میں اعراض ہو اور انسان کو انوار وبرکات سے حصّہ نہیں مل سکتا۔ جب تک وہ اسی طرح عمل نہ کرے جس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119)۔ بات یہی ہے کہ خمیر سے خمیر لگتا ہے اور یہی قاعدہ ابتداء سے چلا آتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ کے ساتھ انوار وبرکات تھے۔ جن میں سے صحابہؓ نے بھی حصہ لیا۔ پھر اسی طرح خمیر کی لاگ کی طرح آہستہ آہستہ ایک لاکھ تک ان کی نوبت پہنچی اور اس سے بڑھ کر دلیل یہ ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں برکات نہیں ہیں اور اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں رکھا ہوا کیا ہے؟ ہندوؤں کو دیکھو! وہ بُت پرست ہیں۔ عیسائیوں نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہم بُت پرست نہیں ہیں تو جب ہم اس کی تفتیش کریں گے تو ثابت کر دیں

گے۔ آریہ لوگ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ خود کلام خدا کا متّبع نہ ہونا اور یہ دعویٰ کرنا کہ مَیں خدا سے مِل جاؤں گا۔ یہ بھی گمراہ ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ اے لوگو! تم سب اندھے ہو۔ مگر جسے مَیں آنکھیں دوں۔ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں خدا کے کلام کے سِوا نجات پالُوں گا۔ وہ بھی مُشرک ہے۔ نجات کی کُنجی تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جس کے لئے چاہے، اس کے دروازے کھول دے۔ خدا تعالیٰ بار بار یہی فرماتا ہے کہ رسول کی پیروی کرو۔ اگر ایک باغ ہو اور اس میں لاکھوں پھل ہوں۔ مگر جب تک باغبان اجازت نہ دے تو کوئی اس میں سے ایک پھل بھی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح بازاروں میں کئی قسم کی اشیاء ہوتی ہیں اور ہزاروں ہوتی ہیں مگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں لے سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا یہی ایک طریق ہے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ اس میں بحث کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر ایک نور اور معرفت کی نظیر اور جگہ مل ہی نہیں سکتی۔

انسان کا سب سے پہلا معجزہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے تقویٰ بخشے جو دل پلید ہوتے ہیں۔ اُن کا بیان کرنا ہی بے فائدہ ہے۔ اگر کوئی ہمارے پاس آکر ایک کاغذ کا کبوتر بنا کر دکھا دے تو کیا اُسے ہم کرامت سمجھ لیں گے؟ بات یہی ہے کہ انسان کی زندگی پاک ہو۔ فراست اور تقویٰ ہو۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 206-208)

مخالفت نفس بھی عبادت ہے

فرمایا:

"مخالفت نفس بھی عبادت ہے۔ انسان سویا ہوا ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اور سولے مگر وہ مخالفت نفس کر کے مسجد چلا جاتا ہے۔ تو اس مخالفت کا بھی ایک ثواب ہے اور ثواب نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے ورنہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو پھر ثواب نہیں۔ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب نفس مطمئنہ ہو گیا تو ثواب کیسے رہا؟ نفس کی مخالفت کرنے سے ثواب تھا۔ وہ اب رہی نہیں۔

قرآن شریف میں ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن: 47)۔ یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس کا درجہ ثواب کا نہ رہا تو یہ بات بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہاں تک صبر کرنا چاہئے کہ اس کا دل یقین کر لے کہ میرے جیسا کوئی صابر نہیں۔ آخر خدا تعالیٰ مہربان ہو کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو تمام عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ عبادت ترک کر دیتا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ ... عبادات کی بجاآوری میں اُسے جو تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اب عبادات محبوبات نفس میں شامل ہو گئیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ اس کی محبوبات نفس تھیں۔ ایسا ہی نماز روزہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ انسان بڑے جوش والا ہے۔ وہ صبر سے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ جلدی بے صبر نہیں ہونا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 246)

تقویٰ کا فلسفہ

فرمایا:

"اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے ہیں وہ دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ کوئی ہو گا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کا مصداق ہو گا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شئے ہے۔ انسان پاک اور مطہّر ہو تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر نہیں ورنہ اس کی لذّات کی ہر ایک شئے حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو اَور راہ سے مالدار کر دے۔ اسی طرح زانی زنا کرتا ہے۔ اگر صبر کرے تو خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو اَور راہ سے پُوری کر دے جس میں اس کی رضا حاصل ہو۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔ اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پا سکتا ہے بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔ انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔ حکّام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ اُن کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شئے ہے۔ قرآن نے ابتداء اسی سے کی ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے مراد بھی تقویٰ ہے کہ انسان اگرچہ عمل کرتا ہے مگر خوف سے جُرأت نہیں کرتا

کہ اُسے اپنی طرف منسوب کرے اور اُسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے آئندہ کے لئے استعانت طلب کرتا ہے۔ پھر دوسری سُورت بھی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے شروع ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔ اس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اُٹھا دیتا ہے۔ بیوی کی ضرورت ہو، تو بیوی دیتا ہے۔ دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شئے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے کہ اُسے خبر نہیں ہوتی۔

ایک اور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ اس سے بھی مراد متقی ہیں۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ یعنی ان پر زلزلے آئے۔ ابتلا آئے۔ آندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو اس سے کر چکے۔ اس سے نہ پھرے۔ پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا کیا اور صدق اور وفا دکھلائی تو اس کا اجر یہ ملا۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یعنی اُن پر فرشتے اُترے اور کہا کہ خوف اور حُزن مت کرو۔ تمہارا خدا متولّی ہے۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے اور اس جنت سے یہاں مراد دنیا کی جنت ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ پھر آگے ہے۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے ولی اور متکفّل ہیں۔

بعض لوگ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ کی آیت کے معارض ایک حدیث پیش کیا کرتے ہیں اَلدُّنْيَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ۔ اس کے اصل معنے یہ ہیں کہ مومن کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ۔ مقتصد سے مراد نفس لوّامہ والے ہیں اور یہ (دنیا کی) تکالیف نفس لوّامہ تک ہی ہوتی ہیں کہ اس میں انسان کے ساتھ کشاکش نفس امارہ کی ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ راحت اور آرام کی یہ بات اختیار کر اور لوّامہ وہ نہیں کرتا۔ اس وقت انسان مجاہدہ کرتا ہے اور نفس امارہ کو زیر کرتا ہے اور اسی طرح جنگ ہوتی رہتی ہے۔ حتّٰی کہ امارہ شکست کھا جاتا ہے اور پھر نفس مطمئنّہ رہ جاتا ہے۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ یعنی تو میری جنت میں داخل ہو جا اور اسی وقت ہو جا اور مومن کی جنت خود خدا ہے یعنی جب وہ خدا کے بندوں میں داخل ہوا تو خدا تو انہیں میں ہے اور وہ اس کے عباد میں آگیا تو اب اس حالت میں وہ سجّن کہاں رہا؟ ایک مرتبہ ہوتا ہے کہ اس وقت وہ تکالیف میں ہوتا ہے جیسے جب کنواں کھودا جائے۔ تو اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ پانی نکل آئے۔ مطمئنّہ ہونا اصل میں پانی نکالنا ہے۔ جب پانی نِکل آیا۔ اب کھودنے کی ضرورت نہیں۔ تو اس آیت میں ظالم سے مراد نفسِ امارہ والے اور مقتصد سے مراد نفسِ لوّامہ والے اور سابق بالخیرات سے مراد نفسِ مطمئنّہ والے ہیں۔ پُوری تبدیلی زندگی میں جب تک نہ آوے تب تک جنگ رہتی ہے اور لوّامہ تک یہ جنگ ہے۔ جب یہ ختم ہوئی تو پھر دار النعیم میں آجاتا ہے۔ اس وقت اس کا ارادہ خدا کا ارادہ اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہوتی ہے اور وہ اُن باتوں میں لذّت اُٹھاتا ہے۔ جن سے خدا خوش ہوتا ہے۔ ایک عارف جس کی خدا سے ذاتی محبت ہو جائے تو اگر خدا اُسے بتلا بھی دے کہ تو دوزخی ہے خواہ عبادت کر خواہ نہ کر تو اس کی خوشی اِسی میں ہو گی کہ خواہ دوزخ میں جاؤں مگر مَیں ان عبادات سے رُک نہیں سکتا۔ جیسے افیونی کو جب افیون کی عادت ہو جاتی ہے تو اُسے کیسی ہی تکالیف ہوں اور خواہ وہ گھلتا ہی جائے مگر افیون کو نہیں چھوڑتا۔ جس طرح دنیا میں نوجوانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کو ایک دُھن جب لگ جائے تو خواہ والدین کتنا روکیں منع کریں مگر وہ کسی کی نہیں سُنتے اور اس دُھن کی خوشی میں تکالیف کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ ایسا ہی اس مومن عارف کامل کا حال ہوتا ہے کہ اُسے اس بات کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اجر ملے گا یا نہیں۔ یہ مقام آخری مقام ہے۔ جہاں سلوک کا سلسلہ ختم ہوتا ہے اور اس کے سوا چارہ نہیں۔ اس حالت میں اس کا جوش کسی سہارے پر نہیں ہوتا کیونکہ جب تک انسان کسی سہارے سے کام کرتا ہے تو ممکن ہے شیطان اُس میں کسی وقت دخل دیوے۔ مگر یہاں ذاتی محبت کے مقام میں سہارا نہیں ہوتا۔ جیسے ماں اور بچے کے جو تعلقات ذاتی محبت کے ہیں اُن میں انسان تفرقہ نہیں ڈال سکتا۔ ماں کی فطرتی محبت ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ "ماں مارے اور بچّہ ماں ماں پکارے" اسی طرح اہل اللہ خدا کی مار کھا کر کہاں جاسکتے ہیں۔ بلکہ مار پڑے تو وہ ایک قدم اور بڑھاتے ہیں۔ دوسرے تعلقات میں خدا کی محبت کا جلال زور کے ساتھ نازل نہیں ہوتا۔ جیسے انسان کو اپنا نوکر سمجھتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ نوکری اسی لئے کرتا ہے کہ اس کی اُجرت مِلے تو اس کی طرف محبتِ کامل کا التفات نہیں ہوتا اور وہ ایک نوکر شمار ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص خدمت کرتا ہے اور آقا کو معلوم ہو کہ یہ نوکری کی خواہش سے نہیں کرتا تو آخر کار بیٹوں میں شمار ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 251-255)

نماز اور استغفار دل کی غفلت کا علاج ہے

فرمایا:

"نماز اور استغفار دل کی غفلت کے عمدہ علاج ہیں۔ نماز میں دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! مجھ میں اور میرے گناہوں میں دوری ڈال۔ صدق سے انسان دعا کرتا رہے۔ تو یہ یقینی بات ہے کہ کسی وقت منظوری ہو جائے۔ جلدی کرنی اچھی نہیں ہوتی۔ زمیندار ایک کھیت بوتا ہے تو اُسی وقت نہیں کاٹ لیتا۔ بے صبری کرنے والا بے نصیب ہوتا

ہے۔ نیک انسان کی یہ علامت ہے کہ وہ بے صبری نہیں کرتا۔ بے صبری کرنے والے بڑے بڑے بے نصیب دیکھے گئے ہیں۔ اگر ایک انسان کنواں کھودے اور بیس ہاتھ کھودے اور ایک ہاتھ رہ جائے تو اس وقت بے صبری سے چھوڑ دے تو اپنی ساری محنت کو برباد کرتا ہے اور اگر صبر سے ایک ہاتھ اور بھی کھود لے تو گوہر مقصود پالے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ذوق اور شوق اور معرفت کی نعمت ہمیشہ دکھ کے بعد دیا کرتا ہے۔ اگر ہر ایک نعمت آسانی سے مل جائے تو اس کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ سعدی نے کیا عمدہ کیا ہے۔

گر نبا شد بدست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 245)

استغفار اور ذنب کیا ہیں

فرمایا:

"اگر استغفار کے یہ معنے ہیں کہ گزشتہ گناہوں سے معافی ہو تو پھر بتلائیں کہ آئندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے کون سا لفظ ہے۔ گناہ سے حفاظت یعنی عصمت تو انسان کو استغفار سے ملتی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے چاہے کہ اُن قویٰ کا ظہور اور بروز ہی نہ ہو جو معاصی کی طرف کھینچتے ہیں۔ کیونکہ جیسے انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ گزشتہ گناہ اس کے بخشے جائیں اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ آئندہ اس کے قویٰ سے گناہ کا ظہور و بروز نہ ہو۔ یہ مسئلہ بھی قابل دعا کے ہے ورنہ یہ کیا بات ہے کہ جب گناہ میں مبتلا ہو تو اسوقت تو دعا کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کی دُعا نہ کرے۔ اگر انجیل میں یہ دُعا نہیں ہے تو پھر وہ کتاب ناقص ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مانگو! تو دیا جائے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار مانگا۔ آپؐ کو دیا گیا۔ مسیح نے نہ مانگا۔ اُن کو نہ دیا گیا۔ غرضیکہ طبعی تقسیم قرآن مجید نے کی ہے کہ گناہ سے حفاظت کے ہر ایک پہلو کو دیکھ کر استغفار کا لفظ رکھا ہے کیونکہ انسان دونوں راہ کا محتاج ہے کبھی گناہ کی معافی اور کبھی اس امر کا کہ وہ قویٰ ظہور و بروز نہ کریں۔ ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ قویٰ خدا تعالیٰ کی حفاظت کے بغیر خود بخود بچے رہیں۔ وہ کتاب کامل ہے۔ عقل اور ضرورت خود دونوں قسم کی دعا کا تقاضا کرتی ہے۔
پھر دیکھو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کے ہاتھ پر توبہ بھی نہیں کی کہ آپؐ کا گنہگار ہونا ثابت ہو۔ مگر مسیح نے تو یحییٰ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی۔ اُن سے تو یحییٰ ہی اچھا رہا جس نے کسی کی بیعت نہ کی۔ اب بتلاؤ کس کا گنہگار ہونا ثابت ہے۔ اگر مسیح گناہ سے صاف تھا تو اس نے غوطہ کیوں لگایا اور پھر رُوح القدس کا کبوتر ابتداء ہی سے کیوں نہ نازل ہوا؟"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 262)

استغفار کے معنی اور اِس کی ترغیب

فرمایا:

"شیعہ سبّ و شتم تو کرتے ہیں مگر اُن کا (صحابہؓ کا) کام دیکھو کہ جیسے خدا کی مرضی تھی ویسے اسلام کو پھیلا کر دکھا دیا۔ خوب جانتے تھے کہ بیویاں مریں گی، بچے ذبح ہوں گے اور ہر ایک قسم کی تکلیف شدید ہو گی مگر پھر بھی خدا کے کام سے منہ نہ موڑا۔ یہی فقرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک جماعت وہ ہے کہ اپنا نحب (ذمہ) ادا کر چکے ہیں جیسے مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ (الاحزاب:24) کیسا سرٹیفکیٹ ہے کہ بعض نے میری راہ میں جان دے دی۔ ایک جان وہ جس پر عیسائی پھڑک رہے ہیں اور پیچھے سے معلوم ہوا کہ وہ بھی نہیں دی گئی۔ ہم نے تحقیق کر لی ہے کہ استغفار کے یہ معنی ہیں کہ انسانی قویٰ جو کر توت کر رہے ہیں ان کا افراط و تفریط یعنی بے محل استعمال نافرمانی ہوتا ہے تو خدا کا لُطف و کرم مانگنا کہ تُو رحم کر اور اُن کے استعمال کی افراط و تفریط سے محفوظ رکھ یعنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنی ہے۔ مسیح بھی خدا تعالیٰ کی مدد کے محتاج تھے۔ اگر کوئی اس طرح نہیں سمجھتا تو وہ مسلمان نہیں۔ بڑا فنا فی اللہ وہ ہے جو کہ ہر آن میں خدا کی امداد چاہتا ہے جیسے اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 104)

سامعین! سوء ظن یعنی بدظنّی کے نتائج

فرمایا:

"دوسرے کے باطن میں ہم تصرّف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تصرف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بد خیال کرتا ہے اور پھر آپ اس سے بدتر ہو جاتا ہے۔ کتابوں میں مَیں نے ایک قصّہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل اللہ تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ مَیں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے

کنارے پہنچے (دیکھا) کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے اور ایک بوتل پاس ہے۔ اس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے۔ اُن کو دُور سے دیکھ کر اُس نے کہا کہ مَیں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا نہ خیال کروں گا۔ مگر ان دونوں سے تو مَیں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی آ رہی تھی وہ غرق ہو گئی۔ وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا۔ اُٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور ان کی جان بچ گئی۔ پھر اس نے اس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو۔ مَیں تو چھ کی جان بچائی ہے اب ایک باقی ہے اسے تم نکالو۔ یہ سُن کر وہ بہت حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے؟ تب اس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اسی دریا کا پانی ہے۔ شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور مَیں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ قویٰ اس کے بڑے مضبوط ہیں۔ اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ مَیں اسی طرح کروں تا کہ تجھے سبق حاصل ہو۔"

پھر فرمایا:

"خضر کا قصہ بھی اسی بناء پر معلوم ہوتا ہے۔ سوء ظن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ تصرّف فی العباد ایک نازک امر ہے۔ اس سے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہل بیت پر بدظنیاں کیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 265-266)

کمالات، مجاہدات اور کوشش سے حاصل ہوتے ہیں

فرمایا:

"دین اسلام ایسا دین ہے کہ اگر خدا ہمیں عمر اور فرصت دے تو چند ایام میں ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسا میٹھا اور بہترین دین ہے۔ کمالات تو انسان کو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں مگر جن کو سہل نسخہ مسیح کے خون کا مِل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے۔ اگر مسیح کے خون سے کامیابی ہے تو پھر اُن کے لڑکے امتحان پاس کرنے کے واسطے کیوں مدرسوں میں محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں۔ چاہئے کہ وہ صرف مسیح کے خون پر بھروسہ رکھیں اور اسی سے کامیاب ہو ویں اور کوئی محنت نہ کریں اور مسلمانوں کے بچے محنتیں کر کر کے اور ٹکریں مار مار کر پاس ہوں۔ اصل بات یہ ہے۔ لیکن لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب اپنے نفس کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے فسق و فجور وغیرہ معلوم ہوتے ہیں۔ آخر وہ یقین کی حالت پر پہنچ کر اُن کو صیقل کر سکتا ہے۔ لیکن جب خونِ مسیح پر مدار ہے تو مجاہدات کی کیا ضرورت ہے۔ اُن کی جھوٹی تعلیم سچّی ترقیات سے روک رہی ہے۔ سچی تعلیم والا دعائیں کرتا ہے، کوششیں کرتا ہے آخر دوڑتا دوڑتا اور ہاتھ پاؤں مارتا ہوا منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ جب یہ بات اُن کو سمجھ آئے گی کہ یہ سب باتیں (خونِ مسیح پر بھروسہ) قصہ کہانی ہیں اور اُن سے اب کوئی آثار اور نتائج مرتّب نہیں ہوتے اور ادھر سچی تعلیم کی تخمریزی کے ساتھ برکات ہوں گی تو یہ لوگ خود سمجھ لیں گے۔ انسان کھیتی کرتا ہے اس میں بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک ملازم ہے تو اُسے بھی محنت کا خیال ہے۔ غرضیکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر کوشش میں لگا ہے اور سب کا ثمرہ کوشش پر ہی ہے۔ سارا قرآن کوشش کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ان لوگوں کو جو ولایت میں خونِ مسیح پر ایمان لا کر بیٹھے ہیں کوئی پوچھے کہ کیا حاصل ہوا۔ مردوں یا عورتوں نے خون پر ایمان لا کر کیا ترقی حاصل کی۔ یہ باتیں جو بار بار ان کے کانوں تک پہنچانی چاہئیں یہ قصہ جھوٹا ہے کہ خدا پیٹ میں رہا۔ پھر اسے خسرہ وغیرہ نکلا ہو گا۔ طفولیت کے عالم میں ماں بھی کوئی دھول دھپا مار بیٹھی ہو گی۔ لڑکوں میں کھیلتا ہو گا وہاں بھی مار کھاتا ہو گا۔ اب اس نظارہ کو کوئی دیکھے کہ بڑا ہو کر بھی مار کھاتا رہا اور چھوٹا تھا تو بھی طمانچے پڑتے رہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 288-290)

اصلاحِ جماعت کے لئے نشانوں کی ضرورت

فرمایا:

"مَیں کہتا ہوں کہ میری جماعت نصائح سے درست نہ ہو گی بلکہ نشانوں سے درست ہو گی۔ دہریت کی جڑ جب اندر ہوتی ہے تو قاعدہ کی بات ہے کہ اثر نہیں ہوا کرتا۔ خدا کو خدا کے ہی ذریعہ سے پہچان سکتے ہیں۔ دنیا میں جس شئے کی معرفت انسان کو حاصِل ہو جاتی ہے تو اس کی عظمت بھی اس پر کُھل جاتی ہے۔ اس وقت وہ اس سے متاثر ہوتا ہے جیسے دریا میں اپنے آپ کو دیدہ دانستہ نہیں ڈالتا۔ شیر سامنے ہو تو اس کے مقابل نہیں جاتا جس جگہ سانپ کا خطرہ ہو اس جگہ نہیں گھستا اور ایک مقام پر بجلی پڑتی ہو تو وہاں سے بھاگتا ہے۔ ایک طرف تو یہ لوگ دعویٰ اُمّت کا کرتے ہیں دوسری طرف کرتوت ایسی ہے کہ خدا کی پناہ تو اس کے کیا معنٰی ہوئے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 338-339)

سامعین! نماز میں سستی کرنے کا علاج

حضورؑ فرماتے ہیں:

"جب تک ظرفِ اِلٰہی دل پر طاری نہ ہو گناہ دُور نہیں ہو سکتا اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں تک موقعہ ملے ملاقات کرتے رہو۔ ہم تو اپنی جماعت کو قبر کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں کہ قبر ہر وقت مد نظر ہو لیکن جو اس وقت نہیں سمجھے گا وہ آخر خدا تعالیٰ کے قہری نشان سے سمجھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ہے کہ وہ آخری دنوں میں آسمان سے ایک وبا نازل کرے گا اور اس سے ہلاک کر دے گا۔ ان دنوں میں جب موت کا بازار گرم ہو اور خدا تعالیٰ کی گرفت کا سلسلہ شروع ہو جائے پھر توبہ کرے اور سمجھے کہ زندگی ناچیز ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ توبہ اور خدا تعالیٰ سے خوف اُس وقت مفید ہوتا ہے جبکہ خدا کا عذاب نہ آگیا ہو۔ خدا تعالیٰ سے دُور تر وہ ہے جو آنکھ کا اندھا اور دل کا سخت ہو اگر طاعُون نہ آتی تو بھی ایک دانش مند اور سعید الفطرت کے لئے یہ سبق کافی تھا کہ لوگوں کے باپ دادا اور بزرگ مر گئے اور مرتے جاتے ہیں اور یہاں کوئی ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اب تو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کہ اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ۔ مرضیں پھیلیں گی اور جانیں جائیں گی اور ایسا ہی فرمایا۔ غَضِبَتْ غَضْبًا شَدِیْدًا۔ مَیں سخت غضب میں بھر گیا ہوں۔ یاد رکھو کہ یہ ساری باتیں ہونے والی ہیں اور اُن کے آثار تم دیکھتے ہو۔ پس لازم ہے کہ انسان ایسی حالت بنائے رکھے کہ فرشتے بھی اس سے مصافحہ کریں۔ ہماری بیعت سے تو یہ رنگ آنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی ہیبت اور جلال دل پر طاری رہے۔ جس سے گُناہ دُور ہوں۔ اگر ان پیشگوئیوں پر کسی کو ایمان نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی سمجھ لے کہ اب تو ڈاکٹروں کی شہادت سے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ خطرناک بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جبکہ اب ایسا خوفناک نمونہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ شخص کیسا ہی بدنصیب ہے جو اس وقت بھی غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔

اس بات پر تمام کتابوں کا اتفاق ہے اور سب لوگ مانتے ہیں کہ آخری دنوں میں طاعون آئے گی۔ سارے نبی اس کی خبر دیتے آئے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ آخری دنوں میں توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ جب موت نے آکر پکڑ لیا پھر کیا فائدہ توبہ سے ہو گا۔ پکڑا ہوا تو درندہ بھی عاجز ہوتا ہے۔ دیکھو! انسان گورنمنٹ کے احکام کی کس قدر پابندی کرتا ہے پھر آسمانی گورنمنٹ کے احکام کی جس کو زمینی گورنمنٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں کیوں قدر نہیں کرتا؟ یہ بڑا ہی خطرناک وقت ہے۔ طاعُون ایک عذاب الٰہی ہے۔ اس سے ڈرو اور اچھا نمونہ دنیا کو دکھاؤ۔ اگر کوئی شخص سلسلہ میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے تو اس سے سلسلہ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ سمندر میں تو ہر ایک چیز ہوتی ہے لیکن وہ خود اپنی جان پر ظُلم کرتا ہے اور اُسے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس واسطے بہت دعائیں کرنی چاہئیں تا کہ خدا تعالیٰ غفلت سے بیدار کرے۔ سستیوں اور غفلتوں سے گُناہ آتے ہیں اور پھر خدا کے خوف کا نقشہ آنکھوں سے جاتا رہتا ہے۔ پس وہی سعید سعادت کے دامن کے اندر ہے جو اس خطرناک وقت میں ٹھٹھے کرنے والوں کی مجلس میں نہ بیٹھے اور خدا سے تنہائی میں دعائیں کرے اور اس سے ڈرے کہ ایسا نہ ہو رات کو یا دن کے کسی حصّہ میں اُس کا عذاب آجائے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 56-57)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)